ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

راہِ نجات: خاموشی کی خلوت یا ذکر کا نور

PATH TO SALVATION: THE SOLITUDE OF SILENCE OR THE LIGHT OF REMEMBRANCE

- Dr. **Muhammad Saeed Tayyab**[1]

Abstract

The Prophet Muhammad (peace be upon him) provided comprehensive guidance to his Ummah in all aspects of life. Among his core teachings is the principle of controlling one's tongue—refraining from unnecessary speech and using words only for good. He emphasized that a believer should avoid speech that leads to harm, conflict, or mischief, and instead speak only when it serves a positive and meaningful purpose.

The Prophet's own example reflects this teaching, as he would often remain silent and only speak when necessary, with wisdom and benefit. His Companions, trained under his guidance, also adopted this practice. They would generally remain silent unless there was something beneficial to say, and they carefully avoided words that could lead to fitnah (discord).

In parallel, the Prophet (peace be upon him) strongly encouraged the frequent remembrance of Allah (dhikr), considering it a vital part of spiritual life. He taught that the one who remembers Allah and the one who does not are like the living and the dead. The Qur'an also highlights constant remembrance of Allah as one of the key traits of the people of understanding.

In today's society, many people engage in excessive and thoughtless speech, often leading to unnecessary conflict, misunderstanding, and social unrest. One of the root causes of this issue is a lack of awareness or understanding of Islamic teachings related to the responsible use of speech and the importance of dhikr.

This research explores the Qur'anic and Prophetic guidance regarding speech, silence, and remembrance of Allah. It aims to highlight the spiritual and social impact of these teachings and encourages a shift towards more conscious, purposeful, and spiritually rooted communication. The study aspires to contribute to fostering a more peaceful, disciplined, and ethically aware society.

Keywords: Silence, Dhikr (Remembrance of Allah), Mindful Speech, Prophetic Teachings, Social Ethics, Fitnah and Speech, Qur'an and Sunnah, Verbal Discipline, Spiritual Awareness, Islamic Morality.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ !

کسی بھی صاحب عقل وشعور پر بالعموم اور اسلامیات کے قاری پر بالخصوص زبان کے غلط استعمال پر مرتب ہونے والے نقصانات کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ قرآن وسنت کی واضح نصوص کو مد نظر رکھیں تو یہ بات واضح سمجھ آتی ہے کہ انسان کو جب تک تکلم میں ثواب ملنے کا سو فیصد یقین نہ ہو اس کے لیے خاموشی ہی میں عافیت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ صَمَتَ نَجَا))[2] "جو شخص خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔"

بے فائدہ کلام کے بجائے خاموش رہنا ایک ایسی پر وقار خصلت ہے کہ جسے یہ میسر آجائے یقیناوہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

أُسْتُرِ الْعِيَّ مَا اسْتَطَعْتَ بِصَمْتٍ   إِنَّ فِي الصَّمْتِ رَاحَةً لِلصَّمُوْتِ
وَاجْعَلِ الصَّمْتَ إِنْ عَيِيْتَ جَوَابًا   رُبَّ قَوْلٍ جَوَابُهُ فِي السُّكُوْتِ

"جہاں تک ہو سکے خاموشی کے ساتھ (اپنی) عاجزی اور لاعلمی کو چھپالے۔ یقینا خاموش رہنے والے کے لیے خاموشی میں ایک قسم کی راحت ہے۔ جب تو (جواب دینے سے) عاجز آجائے تو خاموشی کو جواب بنالے، بہت سی باتوں کا جواب خاموشی میں ہوتا ہے۔"

---

[1]- Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahria University, Islamabad - Postdoctoral Fellow, Institute of Islamic Research, International Islamic University, Islamabad, msaeed.buic@bahria.edu.pk

[2] - ترمذي، أبواب صفة القيامة، باب من كان منكم يؤمن بالله فليكرم ضيفه: ٢٥٠١

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

انسان سلامتی کے ساتھ تب تک ہے جب تک وہ خاموشی پر قائم رہتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

((إِنَّکَ لَمْ تَزَلْ سَالِمًا مَا سَکَتَ، فَإِذَا تَکَلَّمْتَ کُتِبَ لَکَ أَوْ عَلَیْکَ))[3]

”بلاشبہ تو تب تک سلامت رہے گا جب تک خاموش رہے گا، جب تو کلام کرے گا تو وہ تیرے حق میں یا تیرے خلاف لکھ لیا جائے گا۔“

راہِ نجات...زبان پر قابو:

عام مشاہدے کی بات ہے کہ جس شخص کا اپنی زبان پر قابو نہ ہو اس کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہوتی۔ اپنی زبان کی وجہ سے وہ ہر طرف سے دھتکارا جا رہا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص اپنی زبان پر قابو پانا جانتا ہو، ہر بات سوچ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کرنے کا عادی ہو، وہ معاشرے میں باوقار حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ ہر کوئی اس کا احترام کرتا ہے، مجلسوں میں اس کے بولنے کا انتظار کیا جاتا ہے اور اس کی رائے کا ایک مقام ہوتا ہے۔ یہ تو دنیا کی صورتِ حال ہے، جبکہ اخروی اعتبار سے بھی یہ شخص نجات پانے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ سوچ سمجھ کر بات کرنے کی عادت اسے بہت سے گناہوں سے بچا لیتی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان پر قابو کو نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ”نجات کا طریقہ کیا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

((أَمْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ، وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ، وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ))[4]

”اپنی زبان کو قابو میں رکھ، تجھے تیرا گھر کافی ہو (یعنی اپنے گھر میں ٹکا رہ) اور اپنے گناہ پر رو۔“

زبان کی اسی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((وَاللهِ الَّذِيْ لَا إِلٰہَ غَیْرُہُ! مَا عَلٰی ظَہْرِ الْأَرْضِ شَیْئٌ أَحْوَجُ إِلٰی طُوْلِ سِجْنٍ مِنْ لِسَانٍ))[5]

”اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں ہے! اس زمین پر کوئی بھی چیز زبان سے زیادہ لمبی قید کی ضرورت مند نہیں ہے۔“

اس کی ترجمانی ایک شاعر نے یوں کی ہے:

لَا شَیْئَ مِنْ جَوَارِحِ الْإِنْسَانِ ‏ ‏ ‏ أَحَقُّ بِالسِّجْنِ مِنَ اللِّسَانِ

زبان اور فتنوں سے بچاؤ:

فتنوں کے دور میں جبکہ ہر طرف فتنے ہی فتنے ہوں اور ان سے بچاؤ ناممکن نظر آتا ہو، اگر کوئی شخص ان فتنوں کی ہلاکت خیزیوں سے بچنا چاہتا ہو تو اس کے لیے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر کنٹرول کرنے کا شافی وکافی نسخہ تجویز فرما گئے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے وعدے بے وفائیوں کا شکار ہو گئے ہیں کہ ان کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی اور ان کی امانتوں کا معاملہ بے وقعت ہو گیا ہے یعنی خیانت عام ہو گئی ہے، مزید برآں آپ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر ڈالتے ہوئے فرمایا: اور جب تم دیکھو کہ باہمی اختلافات کی وجہ سے لوگ آپس میں اس طرح گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سب سننے کی دیر تھی کہ میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا اور کہنے لگا: ”اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے والا بنائے، فرمایئے، میں اس وقت ان فتنوں سے بچنے کے لیے کیا کروں؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِلْزَمْ بَیْتَکَ، وَامْلِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ، وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ، وَدَعْ مَا تُنْکِرُ، وَعَلَیْکَ بِأَمْرِ خَاصَّۃِ نَفْسِکَ، وَدَعْ عَنْکَ أَمْرَ الْعَامَّۃِ))[6]

---

[3] ۔المعجم الکبیر للطبراني: ۲۰؍۷۳، ح: ۱۳۷۔ صحیح الترغیب والترہیب للألباني: ۲۸۶۶

[4] ۔ترمذي، کتاب الزہد، باب ماجاء في حفظ اللسان: ۲۴۰۶

[5] ۔المعجم الکبیر للطبراني: ۸؍۵۹، ح: ۸۶۵۷۔ مصنف ابن أبي شیبۃ: ۹؍۶۵، ح: ۲۷۰۳۰۔ صحیح الترغیب والترہیب: ۲۸۵۸

[6] ۔أبوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہي: ۴۳۴۳۔ مستدرک حاکم: ۴؍۵۷۰، ح: ۸۶۰۰۔ مسند أحمد: ۲؍۲۱۲، ح: ۷۰۰۳۔ مصنف ابن أبي شیبۃ: ۱۰؍۹، ح: ۳۸۶۷۰۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۲۰۵

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

”اپنے گھر کو لازم پکڑنا، اپنی زبان کے مالک بن جانا یعنی اسے پوری طرح اپنے قابو میں رکھنا، نیکی پر قائم رہنا، برائی کو چھوڑ دینا اور صرف اور صرف اپنی ذات کی فکر کرنا، عام لوگوں کی فکر چھوڑ دینا۔“

کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اِحْفَظْ لِسَانَکَ أَيُّهَا الإِنْسَانُ! لاَ يَلْدَغَنَّکَ إِنَّهُ ثُعْبَانُ
كَمْ فِي الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِيْلِ لِسَانِهِ كَانَتْ تَهَابُ لِقَائَهُ الشَّجْعَانُ

”اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر، کہیں یہ تجھے ڈس نہ لے، یقیناً یہ اژدہا ہے۔ اپنی زبان کے ہاتھوں مارے جانے والے کتنے ایسے دلیر قبروں میں پڑے ہیں کہ جن کے مقابلہ سے بڑے بڑے بہادر ڈرا کرتے تھے۔“

سب سے اعلیٰ دو خوبیاں: اچھا اخلاق اور خاموشی

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا: ”اے ابوذر! کیا میں تجھے دو ایسی خصلتیں نہ بتاؤں جو دوسری خصلتوں کے مقابلہ میں اٹھانے میں تو بہت ہلکی ہیں اور ترازو میں بہت بھاری؟“ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: ”کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول!“ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْکَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَطُوْلِ الصَّمْتِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مَا تَجَمَّلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا))[7]

”اچھے اخلاق اور طویل خاموشی کو لازم پکڑ، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مخلوقات نے ان دونوں جیسی کسی اور خوبی کے ساتھ خوبصورتی نہیں پائی۔“

یعنی خوبصورت بنانے والی خوبیوں میں سب سے اعلیٰ یہ دو خوبیاں یعنی یہ دو عادتیں ہیں کہ آدمی ہر ایک کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آئے اور دوسرا یہ کہ انتہائی ضرورت کے علاوہ مسلسل خاموشی کو اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، ہماری اولادوں اور تمام مسلمانوں کو یہ خوبیاں نصیب فرمائے۔ آمین!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خاموشی:

کون سچا محبِ رسول ہو گا جو محبت کا دعویٰ بھی رکھتا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل کو اپنانے کی کوشش نہ کرتا ہو؟ اسلاف کا یہی وتیرہ رہا ہے کہ وہ ہر موقع کی مناسبت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ مبارکہ اپنانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ گپ شپ لگانے یا خاموش رہنے کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز کیا تھا؟ معروف تابعی جناب سماک بن حرب رحمہ اللہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہم مجلسیں جمایا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں، پھر ان مجلسوں کی تفصیل بتاتے ہوئے مزید گویا ہوئے:

((فَكَانَ طَوِيْلَ الصَّمْتِ، قَلِيْلَ الضَّحِکِ، وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَذْكُرُوْنَ عِنْدَهُ الشِّعْرَ، وَأَشْيَاءَ مِنْ أُمُوْرِهِمْ، فَيَضْحَكُوْنَ، وَرُبَّمَا تَبَسَّمَ))[8]

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ خاموش رہنے والے تھے، بہت کم ہنستے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پاس شعر کہتے اور اپنے معاملات میں سے کئی چیزیں ذکر کرتے، پھر ہنستے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار مسکرا دیا کرتے تھے۔“

یعنی آپ زاہد خشک بھی نہ تھے کہ آپ کی مجلس میں ہنسنا ہنسانا ممنوع قرار پایا ہو اور آپ فضول گو بھی نہ تھے کہ مجلسوں میں خواہ مخواہ بولتے جائیں بلکہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گپ شپ اور شعر و شاعری تک کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، انہیں سنتے تھے اور کبھی کبھار مسکراہٹ کے ساتھ ان کی دلجوئی بھی فرما دیے کرتے تھے۔

صحابہ کرام کا لڑائی کے وقت بھی خاموشی اختیار کرنا:

کم بولنے اور خاموشی اختیار کرنے کے حوالہ سے نبوی تربیت کا اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دشمن کے ساتھ دوبدو لڑائی کے وقت بھی فضول شور و شغب اور ہاہو پسند نہیں فرماتے تھے۔ معروف تابعی قیس بن عباد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[7] ۔مسند أبي يعلى: ۳/۳۳۴، ح: ۳۲۹۸۔ صحیح وضعیف الجامع الصغیر: ۷۴۹۶۔ السلسلة الصحيحة: ۴/۴۳۷، ح: ۱۹۳۸

[8] ۔مسند أحمد: ۵/۸۶، ح: ۲۰۸۳۸

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

((كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُوْنَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ))[9]

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑائی اور معرکہ کے وقت آوازیں بلند کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔"

یہاں سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ ان کے لاشعور تک میں یہ بات راسخ تھی کہ زبان سے نکلے ہر بول کا حساب دینا ہے تبھی وہ میدان کارزار میں بھی خاموشی اور خاموشی کے ساتھ اللہ کے ذکر کو اختیار کیے ہوئے تھے۔

نبوی دعا کے مطابق اللہ کی رحمت کے حق دار:

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رَحِمَ اللهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا وَغَنَمَ، أَوْ سَكَتَ عَنْ سُوْءٍ فَسَلَّمَ))[10]

"اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے کوئی خیر والی بات کہی اور فائدہ حاصل کیا، یا جس نے بری بات کہنے کے بجائے خاموشی اختیار کی تو گناہ اور شر سے سلامت رہا۔"

اس حدیث کی روشنی میں ہر صاحب ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنی عادت بنالے کہ بات کرے تو وہ جس میں سراسر خیر ہو، یا پھر شر والی بات کرنے کے بجائے خاموش رہ کر اپنی سلامتی یقینی بنالے اور پھر اس پر مستزاد کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے رحمت کا حق دار بھی بن جائے، لیکن

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

خاموشی نہیں بلکہ اللہ کا ذکر:

اس بات میں شک نہیں کہ خاموشی ایک بہت اچھی خصلت اور نجات کا راستہ ہے، لیکن عقل مند آدمی جہاں اپنے آپ کو نقصان سے بچاتا ہے وہاں ہر وقت منافع اور فائدہ حاصل کرنے کی جستجو میں بھی رہتا ہے۔اسی وجہ سے اللہ کے بندے خاموش بیٹھے رہنے کے بجائے اپنی زبان کو ہمہ وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رکھتے ہی۔اور ان کا معمول یہ ہوتا ہے کہ اگر خیر کی بات ہوئی تو کرلی ورنہ اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رکھا۔

زندگی ایک بہت بڑی دولت و نعمت ہے لیکن یہ ہر ثانیہ ختم ہوتی جا رہی ہے۔اس کے ایک ایک سیکنڈ سے کچھ نہ کچھ حاصل کرنے اور کمانے کی کوشش کرنی چاہیے۔یقینا خاموش رہنے والا جو اللہ کے ذکر سے بھی خاموش ہے، اپنی خاموشی کے لمحات کو ضائع کر رہا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ (190) الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (191) ﴾[11]

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں عقلوں والوں کے لیے یقینا بہت سی نشانیاں ہیں۔وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوئوں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ عقل مندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلی صفت یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىِٕمِيْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾[12]

---

9 -أبوداؤد، کتاب الجهاد، باب في مايؤمر به من الصمت عند اللقاء: ٢٦٥٦

10 - صحيح الجامع الصغير: ٥٨١٠ ـ السلسلة الصحيحة: ٢، ٣٥٤، ح: ٨٥٥

11 -آل عمران: ١٩٠، ١٩١

12 -الأحزاب: ٣٥

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

”بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

یعنی وہ خوش نصیب مرد یا عورتیں کہ جن کے لیے اللہ تعالی کے ہاں بہت بڑا اجر اور کامل بخشش کا انعام طے ہے ان کی بنیادی خوبیوں مین سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے مالک وخالق کی یاد اور اس کے ذکر میں منہمک رہتے ہیں۔

نبوی وصیت: زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یقینا اسلام کے احکام مجھ پر زیادہ ہو گئے ہیں یعنی ان کی کثرت اور زیادتی کی وجہ سے میرے لیے انھیں یاد رکھنا اور ان پر عمل کرنا دشوار ہو رہا ہے، آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجیے کہ جسے میں مضبوطی سے قابو کر لوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللهِ))[13]

”تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔“

اور ایسا نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دوسروں کو نصیحت کرتے ہوں بلکہ آپ کا ذاتی معمول بھی ایسا ہی تھا کہ آپ ہمہ وقت اللہ تعالی کے ذکر میں مشغول رہتے جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

((کَانَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ أَحْیَانِہِ))[14]

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالی کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔“

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ ایسا معمول رکھتے، جبکہ آپ کی نظر میں اللہ تعالی کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا زندہ اور مردہ کے درمیان۔ جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِيْ یَذْکُرُ رَبَّہُ وَالَّذِيْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہُ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَیِّتِ))[15]

”اس شخص کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور وہ جو ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔“

ذکر سے خالی مجلس باعث حسرت وندامت:

اللہ کے ذکر کی انسان کے لیے قیامت کے دن کیا حیثیت ہو گی اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آدمی کی ہر وہ مجلس قیامت کے دن اس کے لیے باعث حسرت ہو گی جس میں وہ اللہ تعالی کے ذکر سے خاموش رہا ہو گا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ فِیْہِ إِلَّا کَانَ عَلَیْہِ تِرَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَمَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فِیْہِ إِلَّا کَانَ عَلَیْہِ تِرَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ))[16]

”جو شخص ایسا لیٹا کہ اس نے لیٹنے میں اللہ تعالی کا ذکر نہ کیا تو وہ لیٹنا اس کے لیے قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا باعث ہو گا اور جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا کہ اس نے اس میں اللہ تعالی کا ذکر نہ کیا تو قیامت کے دن وہ مجلس اس پر حسرت اور نقصان کا باعث ہو گی۔“

---

13 ۔ ترمذي، کتاب الدعوات، باب ما جاء في فضل الذکر: ۳۳۷۵۔ ابن ماجہ: ۳۷۹۳

14 ۔ مسلم، کتاب الحیض، باب ذکر اللہ تعالیٰ في حال الجنابۃ وغیرہا: ۳۷۳

15 ۔ بخاري، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل: ۶۴۰۷

16 ۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب ما یقول عند النوم: ۵۰۵۹۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۱/۱۷۷، ح: ۷۸

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

سو ہمیں چاہیے کہ لیٹے بیٹھے ہر حال میں اللہ تعالی کے ذکر میں اپنی زبان کو مصروف رکھیں اور اپنی ہر مجلس میں اللہ تعالی کے ذکر کی کوئی نہ کوئی صورت نکالنے کی کوشش کریں ۔

دو کلمے زبان پر بہت ہلکے میزان میں انتہائی وزنی:

اللہ تعالی کا ذکر اگرچہ زبان پر ہلکا ہوتا ہے، لیکن اللہ کے ہاں میزان میں بہت زیادہ وزن رکھتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ، حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ))[17]

"دو کلمات ایسے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے، ترازو میں بہت وزنی اور رحمان کو بہت پسند ہیں: (وہ ہیں) "**سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ**۔"

ان کلمات کو اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ہر موقع پر پڑھنے کے لیے دعائیں اور اذکار امت کو سکھائے ہیں۔ انھیں یاد کرنا چاہیے اور حرز جان بنانا چاہیے۔

بہترین مال، ذکر کرنے والی زبان:

ذکر کرنے والی زبان اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "أَفْضَلُ الْمَالِ" سب سے زیادہ فضیلت والی دولت میں شمار فرمایا ہے۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سورہ توبہ کی آیت ﴿وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ --- ﴾ جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے---۔ نازل ہوئی، اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے کچھ نے کہا: سونے اور چاندی کے بارے میں تو جو نازل ہوا ہو گیا، اب اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا مال سب سے اچھا ہے تو ہم اسے حاصل کر لیں۔ تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ، وَقَلْبٌ شَاكِرٌ، وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهُ عَلٰى إِيْمَانِهِ))[18]

"سب سے زیادہ فضیلت والا مال ذکر کرنے والی زبان، شکر ادا کرنے والا دل اور ایسی مومنہ بیوی ہے جو اپنے شوہر کی اس کے ایمان پر مدد کرے۔"

سنن ابن ماجہ میں یہ روایت اس طرح مروی ہے کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب چاندی اور سونے کے بارے میں حکم نازل ہوا، تو لوگوں نے کہا: پھر ہم کون سا مال حاصل کریں؟ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں تمھارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات معلوم کرتا ہوں۔ سو انھوں نے اپنا اونٹ دوڑایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے، میں بھی ان کے پیچھے تھا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگے: اے اللہ کے رسول! ہم کون سا مال حاصل کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لِيَتَّخِذْ أَحَدُكُمْ قَلْبًا شَاكِرًا، وَلِسَانًا ذَاكِرًا، وَزَوْجَةً مُؤْمِنَةً، تُعِيْنُ أَحَدَكُمْ عَلٰى أَمْرِ الْآخِرَةِ))[19]

"تم میں سے ہر ایک شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور ایمان والی ایسی بیوی حاصل کرے جو اس کی آخرت کے معاملہ میں مدد کرے۔"

یعنی دنیا کے مال اور سونے چاندی کو خزانہ بنانے اور جمع کرنے کی بجائے یہ تین چیزیں حاصل کر لو، کامیابی و کامرانی ہر جگہ تمہارے قدم چومے گی۔

- شکر کرنے والا دل
- ذکر کرنے والی زبان
- ایمان والی ایسی شریک حیات جو آخرت کے معاملہ میں آپ کی مدد کرے

---

17 - بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب إذا قال والله لا أتكلم اليوم...: ٦٦٨٢۔ مسلم: ٢٦٩٤

18 - ترمذي، أبواب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة: ٣٠٩٤۔ مسند أحمد: ٥/٢٧٨، ح: ٢٢٤٥٥

19 - ابن ماجه، أبواب النكاح، باب أفضل النساء: ١٨٥٦

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

جنت میں جانے کا نسخہ:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تو نے بات مختصر کی ہے لیکن سوال بڑا کیا ہے۔ انسانی جان کو آزاد کر اور گردن چھڑوا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ دونوں ایک ہی نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، جان کو آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اکیلا اسے آزاد کر دے، جبکہ گردن کا چھڑوانا یہ ہے کہ تو اس کی آزادی میں تعاون کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخل کرنے والے مزید اعمال بتاتے ہوئے فرمایا:

((وَالْمِنْحَۃُ الْوَکُوْفُ وَالْفَیْئُ عَلٰی ذِي الرَّحِمِ الْقَاطِعِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذَاکَ، فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ، وَاسْقِ الظَّمْآنَ، وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ، وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ ذٰلِکَ، فَکُفَّ لِسَانَکَ إِلَّا مِنَ الْخَیْرِ))[20]

"بہت دودھ دینے والی بکری عطیہ کرنا اور قطع رحمی کرنے والے رشتہ دار پر مال خرچ کرنا، پھر اگر تو اس کی طاقت نہ رکھے تو بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر، پھر اگر تیرے پاس اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان کو خیر اور بھلائی کے علاوہ بات کرنے سے روک رکھ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور سُچی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی مومن آدمی کا اپنی زبان کو اس بات کا عادی بنا لینا کہ وہ صرف اور صرف خیر و بھلائی کی بات کرے، اچھا اور عمدہ کلام کرے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، شر اور گناہ کی بات سے بہر اعتبار بچی رہے، یقینی طور پر کامیابی اور جنت کے دخول کا راستہ ہے۔

جناب شریح بن ہانی رحمہ اللہ اپنے والد ماجد ابو شریح ہانی بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ کچھ عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرنے کے بعد جب انھوں نے اپنے علاقے کی طرف واپسی کا عزم کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں جو میرے لیے جنت کو واجب کر دے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَیْکَ بِحُسْنِ الْکَلَامِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ))[21]

"اچھے بول بولنے اور کھلے عام کھانا کھلانے کو لازم کر لے۔"

اس حدیث سے واضح ہوا کہ خیر پر مبنی اچھی، خوبصورت، دلوں کو جوڑنے اور حوصلہ دینے والی بات اور بلا تفریق ہر ایک کو کھانا کھلانا یہ دو عمل اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہیں کہ ان کے اہتمام کرنے والے کے لیے جنت واجب کر دی جاتی ہے۔

بات کرو تو اچھی ورنہ....:

سیدنا ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا أَوْ لِیَسْکُتْ))[22]

"جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ سراسر خیر و بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔"

یعنی صاحبِ ایمان شخص کے لیے صرف اور صرف یہ چیز روا ہے کہ وہ نیکی اور خیر کی بات اپنے منہ سے نکالے، بصورتِ دیگر خاموش رہنا ہی اس کے شایان شان ہے۔ مومن کے لائق نہیں کہ اس کی زبان سے کسی بھی حالت میں بھلائی اور خیر خواہی کے علاوہ کوئی کلمہ نکلے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد و میثاق لینے کا ذکر فرمایا ہے، اس میثاق میں یہ حکم بھی تھا: ﴿وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾[23] "اور لوگوں کے لیے اچھی بات کہو۔" جبکہ اس امت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

20 - مسند أحمد: ۴؍۲۹۹، ح: ۱۸۶۷۲۔ صحیح ابن حبان: ۲؍۹۸، ح: ۳۷۴۔ مستدرک حاکم: ۲؍۲۳۶، ح: ۲۸۶۱۔ السنن الکبریٰ للبیهقي: ۱۰؍۲۷۲، ح: ۲۱۸۴۷۔ الأدب المفرد: ۶۹

21 - الأدب المفرد، باب کنیۃ أبي الحکم: ۸۱۱۔ مستدرک حاکم: ۱؍۴۷، ح: ۶۱۔ صحیح ابن حبان: ۴۹۰۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۴؍۴۳۸، ح: ۱۹۳۹

22 - بخاري، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان: ۶۴۷۶۔ مسلم: ۴۷۔ أبوداوٗد: ۵۱۵۴۔ ترمذي: ۱۹۶۷۔ ابن ماجہ: ۳۹۷۱

23 - البقرۃ: ۸۳

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

﴿وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا﴾ [24]

''اور میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

استاد محترم حافظ عبدالسلام بن محمد رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''(اللہ تعالیٰ نے) یہاں ہماری امت کو احسن یعنی سب سے اچھی بات کہنے کا حکم دیا۔ ''میرے بندوں'' سے مراد امت مسلمہ ہے، کیونکہ وہی اس کی غلامی اور بندگی کرنے والے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ کس سے احسن بات کہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلم ہو یا کافر، دوست ہو یا دشمن، ہر ایک سے ایسی بات کرنا لازم ہے جس سے بہتر بات آدمی نہ کہہ سکتا ہو۔ اس کے لیے لازماً اسے بولنے سے پہلے سوچنا ہوگا۔ ایک عالم نے کہا کہ میں نے جب بھی اپنی طرف سے اچھی سے اچھی بات کہی، پھر اس پر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس سے بھی بہتر بات کہی جا سکتی تھی۔ یہاں احسن بات نہ کہنے کا نقصان بیان فرمایا کہ زبان سے ناہموار بات نکلنے پر شیطان آپس میں جھگڑا اور دشمنی ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کا ایک دوسرے سے دلی بغض یا قطع تعلق سخت ناپسند ہے۔ بہت سی احادیث میں اس کی وعید موجود ہے۔ اسی طرح کافر سے احسن بات نہ کہنے کا نتیجہ اس کی اسلام سے مزید دوری ہوگا۔ اس لیے اس کی طرف سے برائی کا جواب بھی احسن طریقے سے دینا لازم ہے۔ دیکھیے سورہ مومنون (۹۶تا۹۸) جب کافر کی طرف سے برائی کا جواب احسن طریقے سے دینا لازم ہے تو پھر مسلمان کی طرف سے ہونے والی برائی کا دفاع احسن طریقے سے کرنا بالاولیٰ لازم ہوگا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احسن بات اور احسن رویے سے جواب کا فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن بھی دلی دوست بن جائے گا مگر یہ نعمت اسی کو ملتی ہے جو صبر کرے اور بڑا صاحب نصیب ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ وہ شیطان کی ہر اکساہٹ اور غصہ دلانے پر اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے گا اور غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے گا۔ دیکھیے سورہ حم السجدۃ (۳۴تا۳۶)۔'' [25]

صاحب ایمان کی زبان:

ایک ایمان والے مرد یا عورت کے شایان شان معاملہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اچھی، عمدہ اور بہترین اخلاق پر مشتمل گفتگو کرے جو سو فی صد سچائی پر مشتمل ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو شہد کی مکھی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو عمدہ خوراک ہی کھاتی ہے اور عمدہ شہد ہی اپنے بدن سے نکالتی ہے۔ ابو رزین العقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ النَّحْلَةِ لَا تَأْكُلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَلَا تَضَعُ إِلَّا طَيِّبًا))[26]

''مومن کی مثال شہد کی مکھی کی مثال ہے کہ نہ تو وہ پاکیزہ و عمدہ چیز کے سوا کچھ کھاتی ہے اور نہ ہی پاکیزہ و عمدہ چیز (شہد) کے سوا کچھ نکالتی ہے۔''

اس مثال کو مد نظر رکھتے ہوئے مومن کی فطرت یہی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ دیکھنے، سننے اور سمجھنے میں عمدہ و پاکیزہ کا انتخاب کرتا ہے، اسی طرح وہ بولنے میں بھی عمدہ و پاکیزہ کلام کرنا ہی پسند کرتا ہے، بصورت دیگر خاموشی اس کا شعار ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے شاگرد کو وصیت:

صحابیِ رسول اسود بن اصرم المحاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرما دیجیے۔'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو اپنے ہاتھ پر اختیار رکھتا ہے؟'' میں نے کہا: ''اگر میں اپنے ہاتھ پر اختیار نہیں رکھتا تو کس پر اختیار رکھوں گا؟'' آپ نے فرمایا: ''کیا تو اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے؟'' میں نے عرض کی: ''جب مجھے اپنی زبان پر قابو نہیں تو مجھے کس پر قابو ہوگا؟'' پھر آپ نے (وصیت کرتے ہوئے) فرمایا:

((لاَ تَبْسُطْ يَدَکَ إِلاَّ إِلٰی خَيْرٍ وَلَا تَقُلْ بِلِسَانِکَ إِلاَّ مَعْرُوْفًا))[27]

---

[24] ۔ بنی اسرائیل: ۵۳

[25] ۔ تفسیر القرآن الکریم: ۲/۴۸۵

[26] ۔ صحیح ابن حبان: ۱/۴۸۲، ح: ۲۴۷۔ المعجم الکبیر للطبراني: ۱۴/۸۶، ح: ۱۵۷۸۹۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۱/۳۵۴، ۳۵۵

[27] ۔ المعجم الکبیر للطبراني: ۱/۳۵۰، ح: ۸۱۶۔ شعب الإيمان للبیهقي: ۷/۱۵، ح: ۴۵۸۳۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۴/۱۳۴، ح: ۱۵۶۰

''اپناہاتھ خیر اور بھلائی کے علاوہ (کسی چیز) کی طرف مت بڑھااور اپنی زبان سے اچھی بات کے علاوہ (کوئی بات) مت کہہ۔''

سبحان اللہ کس قدر محبت وحکمت بھرے انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاگرد کو وصیت فرمائی کہ وہ اپنے ہاتھ اور اپنی زبان پر اس طرح قابو رکھے کہ نہ تو اس کا ہاتھ کسی شرارت وفساد کا موجب بنے اور نہ ہی اس کی زبان خیر اور بھلائی کے علاوہ حرکت کرے۔

''فلاح''اور''لغو سے اعراض'':

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (1) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (2) وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (3) ﴾[28]

''یقیناکامیاب ہو گئے مومن۔وہی جواپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔اور وہی جو لغو کاموں سے منہ موڑنے والے ہیں۔''

غور فرمایئے! اللہ تعالی اپنے کامیاب ہونے والے مومن بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے نماز کے خشوع کے بعد ان کی دوسری صفت ''لغو سے اعراض'' بیان فرمارہے ہیں۔''لغو'' ہر اس بات یاکام کو کہتے ہیں جس کا کوئی فائدہ یا مقصد نہ ہو۔لغو سے منہ موڑے رکھنا، اس کے قریب تک نہ جانا، فضول یاگناہ کی بات کرناتو در کنار اسے سننے سے بھی گریز کرنا، فضول چیزوں اور کاموں کو دیکھنے اور ان میں مصروف ہونے سے اپنے آپ کو مکمل بچائے رکھناکامیاب ایمان والوں کی بنیادی علامت ہے۔انھیں اپنی انتہائی مختصر اور بے تحاشا قیمتی زندگی میں اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ وہ بے فائدہ کاموں اور خواہ مخواہ کی باتوں میں مشغول ہوں۔وہ تو اپنے وقت کے ایک ایک لمحہ سے کچھ نہ کچھ اپنی آخرت کے لیے کشید کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔وہ نہ تو خود لایعنی، بے فائدہ اور لغو باتوں اور کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کے لغو اقوال و اعمال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔وہ تو'' ﴿وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾ ''[الفرقان:۷۲](اور وہ جو جھوٹ میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں) کی عملی تصویر ہوتے ہیں۔ان کا وصف تو یہ ہوتا ہے:

﴿وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾ [القصص:۵۵
]

''اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔''

اب ذرا رک کر اپنی حالت و کیفیت پر غور فرمائیں اور سوچیں! کیا ہم میں یہ وصف پایا جاتا ہے؟ گھنٹوں فلموں اور ڈراموں کے سامنے بیٹھنا اور نہیں تو کارٹون موویز پر وقت ضائع کرتے جانا، انٹرنیٹ پر خواہ مخواہ سائٹس وزٹ کرتے رہنا، موبائل کالز، میسجنگ، فیس بک، ٹوئٹر، واٹس ایپ اور سوشل میڈیا کی دیگر خرافات پر اپنے قیمتی شب وروز یونہی نثار کرتے چلے جانا، گپ بازی کی مجلس سجانا اور پھر اس پر خوش ہونا، غیبتیں، چغلیاں، پہیلیاں، لطیفے، افسانے، ناول، کہانیاں......کیا یہ سب لغو سے اعراض ہے یا لغو میں اشتغال؟

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ))[29]

''آدمی کے اسلام کی خوبی اور حسن میں سے اس کاان چیزوں کو چھوڑ دینا ہے جو اس کے مقصد کی نہیں ہیں۔''

محترم قارئین! اس حدیث کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتے ہوئے اپنے معمولات و مقولات پر غور فرمائیں اور غیر مقصود، غیر مفید معمولات و مقولات کو ترک کر کے اپنے اسلام کو حسین وخوبصورت بنالیں۔لغویات کو چھوڑ کر اپنے دائیں بائیں جنت کے ماحول کی ایک ادنی سی جھلک پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ جنتی جنت میں:

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا ۙ﴾ [الواقعۃ:۲۵]

''نہ بے ہودہ و لغو گفتگو سنیں گے اور نہ گناہ میں ڈالنے والی بات۔''

---

28 ۔المؤمنون: ۱تا۳

29۔ ترمذي، کتاب الزہد، باب: ۲۳۱۷۔ابن ماجہ: ۳۹۷۶

اچھی بات کے ذریعے جہنم سے بچاؤ:

سیدنا عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِتَّقُوا النَّارَ، ثُمَّ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ ، ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ، ثُمَّ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ ثَلاَثًا، حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّہُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ))[30]

''آگ سے بچو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے چہرہ مبارک پھیر لیا، پھر فرمایا: ''آگ سے بچو۔'' پھر کراہت و ناپسندیدگی سے رخ موڑ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ایسے ہی کیا، یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آگ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ سے بچو، چاہے آدھی کھجور (صدقہ کرنے) کے ساتھ، پھر جسے آدھی کھجور بھی نہ ملے تو وہ اچھی بات کہنے کے ساتھ آگ سے بچے۔''

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صدقہ کرنے کی طرح اچھی بات کہنا بھی ان بنیادی وسائل میں سے ایک مضبوط وسیلہ ہے جن کے ذریعے سے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچا جاسکتا ہے۔ کیسا آسان نسخہ ہے یہ؟ اگر کوئی سمجھے تو!...... کوئی مال خرچ نہیں کرنا، کوئی تکلیف برداشت نہیں کرنی، بس آپ نے اپنی زبان کو قید کرنا ہے، اچھی باتوں کے پنجرے میں۔ زبان سے جب بھی بات نکلے، عمدہ، خیر، بھلائی اور حق پر مبنی اپنے بھائیوں کی دل جوئی کرنے والی بات۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی زبان نصیب فرمائے۔ (آمین)

امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اللہ کا ذکر یا خاموشی:

عموماً لوگ بولتے چلے جاتے ہیں، یہ سوچے بغیر کہ یہ بولنا اخروی لحاظ سے ان کے لیے کیسے نتائج رکھتا ہے؟ محفل کو ہنسانے، اپنی معلومات کا رعب ڈالنے، ہر دلعزیز بننے اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے کے لیے تو زبان کے استعمال میں کوئی قباحت سمجھی ہی نہیں جاتی۔ لیکن یاد رکھیے! بولنے والے کی ہر بات اس کے لیے نقصان دہ ہے، سوائے ان باتوں کے جو اللہ کو راضی کرنے والی ہوں۔ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَہُ ، إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُّنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللهِ))[31]

''ابن آدم کی ہر بات (نتیجہ کے اعتبار سے) اس کے خلاف ہے نہ کہ اس کے حق میں، مگر (اس کا) نیکی کا حکم دینا یا برائی سے منع کرنا یا اللہ کا ذکر کرنا۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں مذکور ہے، فرمایا:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾[32]

''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔''

معروف تابعی ربیع بن خیثم رحمہ اللہ اس حوالے سے سمندر کو کوزے میں بند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''لَا خَيْرَ فِي الْكَلَامِ إِلاَّ فِيْ تِسْعٍ : تَہْلِيْلٍ وَتَكْبِيْرٍ وَتَسْبِيْحٍ وَتَحْمِيْدٍ وَسُؤَالِکَ عَنِ الْخَيْرِ وَتَعَوُّذِکَ مِنَ الشَّرِّ وَأَمْرِکَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہْيِکَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَقِرَائَتِکَ الْقُرْآنَ۔''[33]

---

30 ۔بخاري، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب: ۶۵۴۰۔ مسلم: ۱۰۱۶

31 ۔ترمذي، أبواب الزہد، باب منہ حديث كل كلام...: ۲۴۱۲۔ ابن ماجہ: ۳۹۷۴۔ مسند أبي يعلىٰ: ۱۳/۶۴، ح: ۷۱۳۴، قال الشيخ حسين سليم أسد محقق مسند أبي يعلىٰ: إسنادہ حسن

32 ۔النساء: ۱۱۴

33 ۔الصمت وآداب اللسان لابن أبي الدنيا: ۸۴

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

”ان نو(۹) چیزوں کے سوا کلام کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، لا الٰہ الا اللہ کہنا، اللہ اکبر کہنا، سبحان اللہ کہنا، الحمد للہ کہنا، خیر کی دعا کرنا، شر سے پناہ طلب کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔“

کلام ایسا کہ معذرت نہ کرنی پڑے:

کلام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاط کا تو یہ عالم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات تو دور کی بات اپنے کسی ساتھی کے لیے بھی کوئی ایسی بات کرنا پسند نہیں تھا کہ جس پر بعد میں معذرت کرنی پڑے یا جدید اصطلاح میں جسے واپس لینا پڑے۔ چنانچہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے تعلیم دیجیے اور اختصار فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا قُمْتَ فِيْ صَلَاتِکَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ ، وَلَا تَکَلَّمْ بِکَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ ، وَأَجْمِعِ الْيَأْسَ عَمَّا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ))[34]

”جب تو اپنی نماز میں کھڑا ہو تو ایسے شخص کی طرح نماز پڑھ جو (دنیا سے) رخصت ہونے والا ہے اور کوئی ایسی بات نہ کر جس سے تو معذرت کرے اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس سے پوری طرح مایوس ہو جا۔“

غصے کا علاج...خاموشی:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلِّمُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا، وَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ))[35]

”(لوگوں کو دین کی) تعلیم دو اور (ان کے لیے) آسانی کرو اور (ان پر) مشکل نہ ڈالو اور جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو وہ (غصہ کی رو میں بہنے کے بجائے) خاموش ہو جائے۔“

غصے کے وقت آدمی کا اپنے آپ پر پوری طرح کنٹرول نہیں رہتا۔ اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بڑی حد تک ختم ہو جاتی ہے۔ آدمی غصے کی حالت میں عجیب وغریب حرکتیں کرتا ہے۔ بعض اوقات معاملہ لڑائی جھگڑے اور قتل تک پہنچ جاتا ہے۔ نتیجتاً آدمی کی ساری زندگی پچھتاوے، ندامت اور پشیمانی میں گزرتی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کا علاج ”خاموشی“ تجویز فرمایا ہے اور یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ غصے کے وقت خاموش رہنے والا اس کے نقصان دہ اثرات سے بڑی حد تک بچ جاتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اِحْفَظْ لِسَانَکَ إِنْ لَقِيْتَ مُشَاتِمًا   لَا تَجْرِيَنَّ مَعَ اللَّئِيْمِ إِذَا جَرٰى
مَنْ يَشْتَرِيْ عِرْضَ اللَّئِيْمِ بِعِرْضِهٖ   يَحْوِي النَّدَامَةَ حِيْنَ يَقْبِضُ مَا اشْتَرٰى

”اگر تو کسی بدزبان، دشنام طراز سے ملے تو اپنی زبان کی حفاظت کر۔ کم ذات جب (اپنی کمینگی کی رو میں) چلے تو تو اس کے ساتھ ہرگز نہ چل۔ جو شخص کمینے کی عزت کا اپنی عزت کے بدلے سودا کرے گا، جب اپنی خریدی ہوئی چیز کو قبضہ میں لے گا تو شرمندگی ہی اٹھائے گا۔“

---

34 - ابن ماجہ، أبواب الزہد، باب الحکمۃ: ۴۱۷۱۔ مسند أحمد: ۵/۴۱۲، ح: ۲۳۵۵۹۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۱/۴۰۰، ح: ۴۰۱

35 - مسند أحمد: ۱/۲۳۹، ح: ۲۱۴۱۔ الأدب المفرد للبخاري: ۱/۹۵، ح: ۲۴۵۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۳/۴۴۹، ح: ۱۳۷۵